ڈاکٹر محمد ایوب قادری

مسلم ممالک میں "مدرسہ" کا تعلیمی نظام اور مدرسہ عربیہ مظہر العلوم، کراچی

مسلمانوں کے نظام تعلیم میں ''مدرسہ'' کو ایک بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے - مسجدوں کے فرش اور حجرے، امراء کے دیوان خانے، علماء کے مکانات اور صوفیوں کی خانقاہیں اور زاوئے ''مدرسہ'' کا کام دیتے تھے اور علماء و مدرسین نہایت سکون و اطمینان سے تعلیمی فرائض انجام دیا کرتے تھے -

دور نبوی میں اسلام کا نظام تعلیم، قرآن و حدیث کی تعلیم پر مشتمل تھا - خلفائے راشدین کے دور میں اس میں وسعت ہوئی اور قرآن و حدیث کے ساتھ فقہ، ادب، لغت اور شعر و سخن کا بھی اضافہ ہوا - ذریعہ تعلیم قولی اور سماعی تھا - مسجدیں بطور درس گاہ کے استعمال ہوتی تھیں - اس دور میں علم حدیث کی تحصیل کے لیے دور دراز شہروں میں سفر کرنے کا رواج ہوا اور طلبہ کی علیحدہ جماعتیں بنا کر درجہ بندی کا آغاز بھی ہوا -

اموی حکمران نہایت علم دوست اور علم پرور تھے ان کے دور میں تعلیمی میدان میں بہت ترقی ہوئی - مختلف نئے علوم کی بنیاد رکھی گئی - علوم و فنون زبانی یادداشتوں سے صفحہ قرطاس پر منتقل ہوئے - احادیث نبوی کی تدوین ہوئی - قرآن مجید کی پہلی تفسیر خلیفہ عبدالملک کے حکم سے لکھی گئی - حجاج بن یوسف نے قرآن کریم پر اعراب لگوائے - تصنیف و تالیف اور ترجمہ کا کام شروع ہوا - کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا - علماء و طلبہ کے لیے وظائف مقرر ہوئے - طب کی یونانی کتابوں کے ترجمہ کا آغاز ہوا - اصول لغت اور علم نحو کے قواعد مرتب ہوئے - علم عروض و قوافی کی بنیاد پڑی - خالد بن یزید نے یونانی طب و فلسفہ کی کئی کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا اور اموی دور میں بصرہ و کوفہ مشہور علمی مراکز بن گئے -

علم و حکمت کی ترقی کے اعتبار سے عباسی دور مسلمانوں کا زریں عہد کہلانے کا مستحق ہے - بغداد، مرکز علوم و فنون بن گیا - المنصور

نے جابجا طب اور قانون کے مدارس قائم کیے - ہارون رشید نے ہر مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ قائم کیا - مامون رشید نے علم و حکمت کی مثالی سرپرستی کی اور بغداد کو علوم و فنون کا بین الاقوامی مرکز بنادیا - اس کے دور میں اقامتی درس گاہیں قائم ہوئیں - تعلیم عام اور مفت تھی - مختلف علوم و فنون کے علیحدہ مدارس قائم ہوئے - باقاعدہ نصاب مرتب و مقرر کیا گیا - بغداد ، مصر ، رے ، شیراز ، نیشا پور ، سمرقند اور اشبیلیہ وغیرہ میں رصد گاہیں قائم ہوئیں -

باوجودیکہ مسلم سلطنت تین حصوں میں بٹ گئی تھی مگر علوم و فنون کی ترقی میں کوئی فرق نہیں آیا - بلکہ شمع علم کی روشنی تیز سے تیز تر ہوتی رہی - اندلس کے بنوامیہ ، مصر کے فاطمی حکمران اور ایشیاء کے بنو عباس اگرچہ ایک دوسرے کے سیاسی حریف تھے مگر علم و حکمت اور ادب و انشاء کے میدان میں ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ نامور علماء ، اساتذہ اور مصنفین کو اپنی حدود سلطنت میں جمع کر لیں - یہ وہ دور تھا جب کہ تدریس کا پیشہ نہایت معزز سمجھا جاتا تھا -

تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلا مدرسہ سامانی خاندان کے والی ناصر الدین ابوالحسن نے امام ابوبکر محمد بن حسن کے لیے تعمیر کرایا - دوسرا نیشاپور میں تعمیر ہوا جس میں امام غزالی کے استاد امام الحرمین نے تعلیم پائی - تیسرا مدرسہ سعدیہ ، محمود غزنوی کے بھائی نصر بن سبکتگین نے اپنی گورنری کے زمانہ میں ابو اسحاق ابراہیم کے لیے بنوایا - اسی زمانہ کا ایک اہم مدرسہ نظامیہ نیشاپور تھا جسے دولت سلجوقیہ کے نامور وزیر اعظم نظام الملک طوسی نے بنوایا تھا - امام غزالی نے یہیں تعلیم حاصل کی اور وہ اسی مدرسہ کے صدر مدرس بھی ہوئے - محمود غزنوی نے غزنین میں ایک جامعہ کی بنیاد رکھی - مصر میں فاطمی حکمرانوں نے جامعہ از ہر قائم کی - جس کا فیض آج بھی جاری ہے - اس کے علاوہ بغداد میں مدرسہ مستنصریہ ، شام میں الرشیدیہ ، مصر میں ناصریہ اہم مدارس تھے - اندلس میں قرطبہ ، اشبیلیہ اور غرناطہ علوم و فنون کے اہم مراکز بن گئے - اس دور کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی تھی کہ مدارس کے ساتھ کتب خانے بھی قائم ہوئے -

علم تفسیر ، حدیث ، اصول حدیث ، فقہ ، اصول فقہ ، ادب ، صرف ، نحو ، انشاء ، تاریخ جغرافیہ ، فلسفہ ، منطق ، سیر ، سوانح ، عمرانیات ، طب ، کیمیا ، طبیعیات ، ریاضی ، فلکیات ، غرض کوئی ایسا شعبہ علم نہیں

تھا کہ جس میں مسلمانوں نے نہ صرف اضافے کیے بلکہ نئے نئے علوم بھی ایجاد کیے۔

شعبہ تعلیم میں امام غزالی سب سے پہلے ماہر تعلیم ہیں جنھوں نے نصاب تعلیم کو باقاعدہ مرتب کیا۔ اور ہر مضمون کے لیے کتابوں کی نوعیت اور ان کی ضخامت مقرر کی۔ اسی زمانہ میں طبری، المسعودی، اور ابن حیان جیسے نامور مورخ پیدا ہوئے۔ ابو الفرج نے عرب شاعری کی تاریخ لکھی، ابن الخطیب، البیرونی، ابن بطوطہ، ابن عساکر، ابن خلکان اور ابن خلدون علم تاریخ کی آبرو ہیں۔ علم جغرافیہ میں الخوارزمی، المقدسی اور الاصطخری کے نام نمایاں ہیں۔ فلکیات و ریاضی میں ابو جعفر الخازن، الخوارزمی، یحییٰ بن ابی منصور، زرقانی، نصیر الدین طوسی، عمر خیام، احمد النہاوندی، عمر بن ابراہیم، اور محمد بن موسیٰ مشہور ہیں۔ اسی طرح کیمیا میں الرازی، جابر بن حیان، الجاحظ اور طبیعیات میں ابن الھیثم، ابو زکریا یحییٰ، ابن بیطار مشہور زمانہ ہیں۔

علم طب میں علی الطبری، احمد الطبری، الرازی، علی ابن عباس، ابوالقاسم زہراوی، ابن سینا اور فلسفہ میں ابن رشد اور ابن باجہ کے نام مشہور و معروف ہیں۔

اس زمانہ میں بے شمار مکاتب و مدارس تھے۔ جن میں نامور اساتذہ اور ماہرین علوم و فنون درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ جن میں چند کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں ـــــ ابوالقاسم اسکاف، علامہ ابوالمعالی (اساتذہ امام غزالی)، ابوبکر فورک، علامہ ابو اسحاق، حکیم ناصر خسرو، ابن الخطیب تبریزی (شارح حماسہ)، ابوالحسن فصیحی (شاگرد امام عبدالقاہر جرجانی)، قطب الدین شافعی، ابوبکر شاشی، ابو محمد منصور ہروی، محمد بن یحیی، علامہ محی الدین، علامہ نجم الدین، علامہ تقی الدین، حافظ ابن حجر عسقلانی، بہاء الدین قاضی القضاۃ، ابن خلدون، ابوالحسن سیاح، علامہ سیف الدین (استاد امام سیوطی)، علامہ ابن الصلاح، حافظ ابن جید زکی الدین، قطب الدین قسطلانی، حافظ زین الدین وغیرہم ـــــ یہ وہ علماء و اساتذہ ہیں جنھوں نے درس و تدرس اور تعلیم و تعلم کو وظیفہ حیات بناکر علم کی شمع روشن رکھی۔ یہ مسلمانوں کا دور اقتدار تھا۔

جب ہم مختلف ادوار کا تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری تک تدوین علوم کا دور تھا اس کے بعد بلوغ و تکمیل علوم کا دور آتا ہے یہ زمانہ ساتویں صدی ہجری تک ختم ہو جاتا ہے۔

اس زمانہ تک ہمیں ایسے ائمہ فن نظر آتے ہیں ۔ جنہوں نے تاریخ علوم کے صفحات پر محو نہ ہونے والے نقوش چھوڑے ہیں ۔ اس کے بعد تنزل کا دور آتا ہے ۔ خزاں کے جھونکے چلتے ہیں اور پت جھڑ شروع ہو جاتا ہے ۔ نظر و اجتہاد کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور جمود و تقلید کا دور آ جاتا ہے ۔ یہ شروح و متون کا دور ہے ۔ تلخیص کا دور ہے ۔ قدماء کی کتابوں کی تلخیص ہوتی ہے ، شرحیں لکھی جاتی ہیں ، شرحوں کے حاشیے اور حاشیوں کے تعلیقات —— یہ ہے اس دور کی کائنات ۔

اس دور میں منگولوں کے حملے نے عالم اسلام میں ایسی تباہی و بربادی مچائی جس کی مثال نہیں ملتی ۔ ایران کی آبادی تہ تیغ ہو کر ایک تہائی رہ گئی ۔ بغداد کے گلی کوچے کشت و خون کے ہولناک مناظر سے دوچار ہوئے ۔ سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا ۔ فکر و نظر کے سوتے سوکھ گئے اور اس دور زوال نے علوم و فنون کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ، مرکزی دینی فکر باقی نہ رہی ۔ تقلید نے جامد نقطہ نظر کو مقبول بنایا ۔ اجتہاد کے راستے بند ہو گئے ۔ نئی نسلوں نے اکابر کے افکار کو آنکھیں بند کر کے قبول کر لیا ۔ جزئیات پر زیادہ توجہ ہوئی ۔ اس طرح نئے علوم سے استفادہ کا عمل رک گیا اوریہ سلسلہ کئی صدیوں تک چلا ۔

ادھر عالم اسلام زوال و انحطاط سے آشنا ہو رہا تھا اور یورپ میں تجدید و احیاء کا دور شروع ہوا ۔ اس نے علوم سائنس اور ٹکنالوجی میں حیرت انگیز ترقی کی اور دیکھتے ہی دیکھتے یورپ استاد زمانہ بن گیا ۔ دوسری طرف یورپ کی استعماری قوتوں نے عالم اسلام پر سیاسی ، اقتصادی اور معاشرتی گرفت مضبوط تر کر لی ۔ اسے اپنے نو آبادیاتی نظام میں جکڑ لیا اور اس کی قوت عمل کو بیکار کر دیا یوں تو اس کا ظہور ہر میدان میں ہوا مگر تعلیم کا شعبہ خاص طور سے متاثر ہوا ۔ مسلمانوں کی قوت فکر و اجتہاد سوخت ہو کر رہ گئی ۔ اور مدرسہ کے نظام تعلیم کو گھن لگ گیا ۔

بر صغیر میں مدرسہ کا نظام ، اس روائتی نظام کے مطابق تھا ۔ یہاں بھی بڑے بڑے مدرسے قائم ہوئے اور علماء و مصنفین نے علمی میدان میں قابل قدر کارنامے انجام دیے ۔ درس و تدریس کے ہنگامے برپا کئے ۔ اگرچہ یہ انحطاط و زوال کا زمانہ تھا ۔ ہم یہاں دور آخر کی ایک درس گاہ ''مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی'' کا ذکر کرتے ہیں ۔ جس کے قیام کو پوری ایک صدی گزر گئی گویا اس مدرسہ کی سرگرمیاں پوری چودھویں صدی کو محیط ہیں ۔

۱۸۸۵ء/۱۳۰۲ھ کا سال صوبہ سندھ کی تاریخ میں نہایت اہمیت کا حامل ہے اس سال سندھ میں دو عظیم درس گاہیں وجود میں آئیں جنھوں نے ملت اسلامیہ کی نمایاں خدمات انجام دیں پہلی درس گاہ سندھ مدرستہ الاسلام ہے جو سرسید احمد خاں کی تعلیمی تحریک کے نتیجہ میں حسن علی آفندی نے ۱۸۸۵ء میں قائم کی اور اس سے مسلمانوں نے بہت فائدہ اٹھایا سندھ مدرستہ الاسلام وہ درس گاہ ہے جس میں قائداعظم محمد علی جناح نے بھی تعلیم حاصل کی۔

مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم کا قیام

اسی سال ۱۸۸۵ء/۱۳۰۲ھ میں کراچی کی سرزمین پر ایک دینی درس گاہ ''مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم'' بھی قائم ہوا۔ یہ مدرسہ دیوبند تحریک کے نتیجہ میں وجود میں آیا کھڈہ کی بستی میں مولوی عبداللہ[1] اور مولوی محمد سلیمان[2] نے اس مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ بانیان مدرسہ کی حسن نیت کا ثمرہ تھا کہ مولانا احمد الدین چکوالی جیسا تجربہ کار عالم و استاد انہیں مل گیا۔ جس نے اپنے تجربہ اور محنت سے تھوڑی سی مدت میں مدرسہ کو دور و نزدیک مشہور کر دیا اور طلبہ تحصیل علوم کے لیے آنے لگے۔

مولوی عبداللہ نے کھڈہ کی پس ماندہ بستی میں سکونت اختیار کرکے یہاں کے باشندوں میں تبلیغ و اصلاح کے فرائض انجام دیے یہاں کے غریب باشندے زیادہ تر مچھلی کا کاروبار کرتے تھے مولانا نے ان ''موہانوں'' میں دینی خدمت کا جذبہ پیدا کر دیا۔ مدرسہ کا ابتدائی دور تھا۔ اس دور پر تبصرہ کرتے ہوتے مولانا محمد صادق مرحوم لکھتے ہیں[3]:

> ''دور اول میں خدا پرست ہاتھوں نے اس خالص اسلامی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور متوکلاً علی اللہ کام شروع کیا۔ نہ دولت مندی کا سہارا تھا نہ حکومت سے امداد کا بھروسہ اور نہ ہی کام کرنے والوں کی آنکھیں حکومت کے خزانہ عامرہ میں طمع رکھنے والی تھیں۔ ایک خلوص اور اخلاص اور للہیت کی دولت تھی جس کے تکیہ پر کام شروع کیا گیا تھا۔ کم خواہی اور کم مائگی کے باوجود مدرسہ کی ماہوار آمدنی ڈھائی سو روپیہ سے زیادہ اور خرچ اڑھائی سو روپیہ کے قریب تھا۔ محلہ کھڈہ کے غریب اور نیک طینت باشندوں نے طالبان علوم کی خوراک کا بار بڑی صداقت اور فراخ دلی سے اپنے اوپر رکھا تھا۔ شہر اور

مضافات کراچی کے بعض مخیر حضرات پوشاک از قسم پیرہن ، ازار ، کمبل اور چادر وغیرہ نہایت ہی اخلاص مندی کے ساتھ پہنچاتے رہتے تھے - مدرسہ یوماً فیوماً خاموشی کے ساتھ ترقی کرتا رہا - نہ میونسپل (بورڈ) کی دست درازی تھی اور نہ حکومت پرست ارباب دولت کی در اندازی اور طعنہ زنی - ایک خدا پرستی اور اخلاص مندی کا عالم تھا ایک للہیت اور صداقت کی دنیا تھی جو اس اسلامی مدرسہ کے اندر موجود و معلوم ہوتی تھی -

مولانا احمدالدین چکوالی نے مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم کے قیام پر ایک فارسی نظم لکھی تھی اس تاریخی نظم کے چند منتخب اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں[۴]

بعد از تحمید صلوات و سلام — باد لائۓ برضمیر خاص و عام
در کراچی بندر از جہد اتم — مدرسہ جاری شدہ با انتظام
مولوی صاحب کہ عبداللہ اوست — اندرین بنمود حسن اہتمام
رکن اوثانی سلیمان مولوی ست — در ہمیں جہداست ہردم شاد کام
و ز حسین میمن میموں لقا — ہمت علیا ست و احسان تمام
اندر اخراجات این فیض نبیل — اوست تنہا مستقل اہل ذمام
حاجی سہران ست ہم دروے سہیم — مہر قلبی را نمودہ التزام
ہمچو ارکان شریعت چار یار — یا چو ارباب طریقت ذی احترام
بل ازیں اربع عناصر معتبر — گشت این جسم معین را قوام
از خدا می خواہد احمد بہر شاں — ان یجازیہم بہا یوم القیام
سہ معلم بہر تدریس اند خاص — اندریں شغل است بر اشیا قیام
و ز پئے طلاب ما یحتاج لہ — حسب امکاں دادہ خواہد شدمدام
سندھی و ہندیست باصنف دگر — ہر یکے راہست دروے اذن عام
جائے ایں درس ست در غربی شہر — نزد مچھلی مارکیٹ اے ذی احتشام
ایں محلہ چونکہ نو آباد گشت — باہمیں اسم است مشہور ایں مقام

دور ثانی

مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم کا دوسرا دور مولانا محمد صادق کے دور اہتمام سے شروع ہوا جس میں مدرسہ نے ہر اعتبار سے ترقی کی - یہ دور کم و بیش تہائی صدی کو محیط ہے - اس زمانہ میں مدرسہ نے ایک تحریک

کی صورت اختیار کر لی بلکہ صوبہ سندھ کی سیاسی ، مذہبی ، علمی و فکری تحریکوں کا یہ مدرسہ مرکز بن گیا ۔

مولانا محمد صادق

مولانا محمد صادق ۲۵ محرم ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۸۷۴ء کو کھڈہ (کراچی) میں پیدا ہوئے انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی عبداللہ سے پائی پھر مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم کے صدر مدرس مولانا احمدالدین چکوالی کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا[۵] ۔ مولانا عبیداللہ سندھی کے مشورہ پر دورۂ حدیث کی تکمیل کے لیے ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ (۱۰ مئی ۱۸۹۴ء) کو دارالعلوم دیوبند پہنچے شیخ الہند مولانا محمود حسن ، مولانا خلیل احمد اور دوسرے اساتذہ سے استفادہ کیا ۔ مولانا محمود حسن سے خصوصی تعلق رہا ان کے معتمد خاص ٹھہرے تا آنکہ ان کی ملی و سیاسی تحریکات میں خاص رکن اور رازدار قرار پائے ۔ محرم ۱۳۱۳ھ میں مولانا محمد صادق نے سند فراغ حاصل کی[۶] مولانا حسین احمد مدنی ، مفتی کفایت اللہ اور مولانا انور شاہ کشمیری جیسے اکابر علماء ان کے ہم درس رہے ۔[۷]

مولانا محمد صادق نے کراچی واپس آکر اپنے والد ماجد کی زیر نگرانی مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم میں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا اور ان کی تنخواہ دو روپیہ ماہوار مقرر ہوئی ۔ جب مولانا محمد صادق اپنے والد کے انتقال کے بعد مدرسہ کے مہتمم مقرر ہوئے تو انھوں نے تنخواہ لینی بند کر دی اور آخر عمر تک بلامعاوضہ کام کرتے رہے ۔ مولانا نے طب کی تعلیم حاصل کی تھی اس میں خاصہ تجربہ اور ملکہ حاصل ہو گیا تھا ۔ رجوع خلق خوب ہوتی تھی اور دواخانہ سے اتنی آمدنی ہو جاتی تھی جو ان کے اخراجات کے لیے کافی ہوتی تھی ۔[۸]

ریشمی رومال کی تحریک

مولانا محمد صادق ، شیخ الہند مولانا محمود حسن کے خاص شاگرد اور معتمد علیہ تھے[۹] جب شیخ الہند نے آزادی ہند کی تحریک کو تیز کیا تو صوبہ سندھ سے انھوں نے دو رفیق و رازدار مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا محمد صادق منتخب کیے جب ۱۳۲۷ھ میں دیو بند میں جمعیۃالانصار کا قیام عمل میں آیا تو اس کے روح و رواں مولانا عبیداللہ سندھی تھے اور مولانا محمد صادق خاص رکن تھے[۱۰] ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں

دستار بندی کا جلسہ منعقد ہوا جس میں تقریباً تیس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس کے بعد جمعیۃالانصار کا پہلا جلسہ مراد آباد میں شوال ۱۳۲۸ھ (اپریل ۱۹۱۱ء) کو منعقد ہوا۔ اس جلسہ کے بعد انگریزوں کے خلاف باقاعدہ خاص کام ہونے لگا اور ملک میں شیخ الہند کی تحریک کے آٹھ مرکز قائم ہوئے۔ کراچی، سندھ اور لسبیلہ کے مرکز کے کمانڈر مولانا محمد صادق مقرر ہوئے۔ ایک منصوبہ یہ تھا کہ جب ترکی کی فوجیں ہندوستان پر حملہ آور ہوں تو اندرون ملک سے ان کو مدد ملے اس سلسلہ میں سندھ اور شمالی مغربی سرحد پر مندرجہ ذیل چار محاذ قائم کیے گئے۔

۱۔ قلات و مکران کے قبائل ترکی فوج کی قیادت میں کراچی پر حملہ کریں۔

۲۔ غزنی و قندھار کے قبائل ترکی فوج کے ہمراہ کوئٹہ کے محاذ پر حملہ کریں۔

۳۔ درہ خیبر سے مہمند و مسعودی قبائل کے ساتھ ترکی فوج پشاور کے محاذ پر حملہ کرے۔

۴۔ کوہستانی قبائل کو ساتھ لے کر ترکی فوج اوگی کے محاذ پر حملہ آور ہو۔

ہر ایک محاذ پر ایک ایک انقلابی لیڈر مقرر ہوا۔ قلات کے محاذ پر مولانا محمد صادق کوئٹہ کے محاذ پر حافظ تاج محمود سندھی، درہ خیبر کے محاذ پر حاجی ترنگ زئی اور اوگی کے محاذ پر مولانا محمد اسحاق تھے:"

جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں جب عراق میں ترکوں کے خلاف انگریزی فوجیں لڑ رہی تھیں تو اس زمانہ میں مولانا محمد صادق نے لسبیلہ میں انگریزوں کے خلاف مینگل قبائل میں بغاوت کرا دی اس وقت مینگلوں کے سردار نورالدین مینگل تھے جو مولانا محمد صادق کے نہایت معتقد تھے۔ مولانا محمد صادق کے اشارہ پر انھوں نے بغاوت کر دی۔ اس دوران میں عراق میں انگریزوں کی مدد کے لیے تیس ہزار فوج بندرگاہ کراچی سے عراق بھیجی جا رہی تھی لیکن لسبیلہ میں مینگلوں کی بغاوت کی وجہ سے یہ فوج بغاوت فرو کرنے کے لیے لسبیلہ بھیج دی گئی اور عراق کمک نہ پہنچ سکی نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی فوج نے انگریزوں کو کوت العمارہ میں محصور کر دیا۔ انگریزوں کی سترہ ہزار فوج ماری گئی اور ستر ہزار فوج اپنے

کمانڈر سمیت گرفتار ہو گئی - اس طرح مولانا محمد صادق کے حسن تدبیر سے انگریزوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا -[۱۲]

آخر میں یہ راز فاش ہو گیا ۸ مئی ۱۹۱۶ء کو مولانا محمد صادق کو ڈیفینس آف انڈیا رولز کے تحت گرفتار کرکے کاروار جیل (ضلع کنارا ، مہاراشٹر) میں نظر بند کر دیا گیا - تین سال نظر بند رہے ۶ فروری ۱۹۱۹ء کو مولانا محمد صادق کراچی لائے گئے اور بعد میں رہا کر دیے گئے -[۱۳]

ریشمی رومال کی تحریک میں مولانا محمد صادق کے ماموں زاد بھائی شیخ محمد ابراہیم ولد شیخ عبداللہ نے بھی مردانہ وار حصہ لیا یہاں تک کہ وہ افغانستان ہی میں پیوند زمین ہو گئے ان کے سلسلہ میں سرکاری نوٹ مظہر ہے :[۱۴]

''ابراہیم شیخ آف سندھ ـــ محمد صادق کا بھتیجا[۱۵] جو کھڈہ کا مشہور متعصب مولوی (اب نظر بند ہے) اور عبیداللہ کا دوست ہے ، شیخ محمد ابراہیم ایم - اے نے پونا میں تعلیم پائی ہے ۶ فروری ۱۹۱۵ء میں اسے حبیبیہ کالج کابل میں پروفیسر کی جگہ مل گئی جہاں وہ برطانیہ کا کٹڑ مخالف بن گیا ـــ وہ کابل کا ایک بڑا انقلابی ہے ، ایم عبیداللہ ، محمد علی - بی - اے قصوری ، راجہ مہندر پرتاپ ، برکت اللہ وغیرہ کے ساتھ سازشیں کرنے اور منصوبہ بنانے میں اس نے بڑا نمایاں حصہ لیا ہے کہا جاتا ہے کہ شیخ ابراہیم اور محمد علی قصوری کو ایم عبیداللہ[۱۶] خاص طور سے کابل بلایا تھا کہ وہ وہاں جہاد کے لیے زمین ہموار کر سکیں جون ۱۹۱۶ء میں اسے محمد علی کے ساتھ حبیبیہ کالج سے برطرف کر دیا گیا - ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء کو آزاد علاقہ کے لیے روانہ ہو گیا - جہاں وہ شاید اس وقت بھی سرحد پار کے ملاؤں قبائلیوں وغیرہ کو جہاد پر اکسانے میں مصروف ہے کہا جاتا ہے کہ ۱۹۱۶ء میں اس نے براہ عرب جرمنی جانے کی خواہش ظاہر کی تھی - جنود ربانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے''-

مولانا محمد صادق کے متعلق سرکاری ریکارڈ یہ ہے -[۱۷]

''محمد صادق سولوی آف سندھ ـــ جنود ربانیہ کی فہرست میں کرنل ہے - سندھ کے انتہائی کٹڑ وہابیوں میں شامل ہے شیخ ابراہیم

ایم اے سابق پروفیسر حبیبیہ کالج (کابل) اس کا بھتیجا ہے[١٨]۔ جنگ چھڑنے کے بعد سے یہ شخص روپوش رہ کر جہاد کے لیے پروپیگنڈہ کر رہا ہے۔ عبید اللہ، پیر جھنڈے والا، اور دوسرے منحرف سرہندی سندھی پیروں کے ساتھ اس کا تعلق ہے ١٩١٥ء اور ١٩١٦ء کے شروع میں قلات (بلوچستان) کی شورش میں اس کا ہاتھ ہے اب وہ کاروار میں نظر بند ہے۔"

سندھ کے دوسرے زعماء سیٹھ عبداللہ ہارون[١٩] حاجی اور مولانا تاج محمد سندھی[٢٠] کی ریشمی رومال کی تحریک کی سرگرمیوں کے سلسلے میں بھی مولانا محمد صادق کی رفاقت و دوستی کا خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے۔

جمعیتہ علماء اور خلافت کمیٹی

جب خلافت کمیٹی اور جمعیتہ علمائے ہند کا قیام عمل میں آیا تو محمد صادق دیار سندھ میں ان دونوں تحریکوں کے روح و رواں بن گئے۔ ٢٨ دسمبر ١٩١٩ء کو جمعیتہ علمائے ہند کا پہلا جلسہ مسلم ہائی اسکول امرتسر میں منعقد ہوا تو مولانا محمد صادق اس کے افتتاحی اجلاس میں شریک تھے[٢١] مولانا جمعیتہ العلماء ہند کی مرکزی کمیٹی کے رکن، صوبہ سندھ کی جمعیتہ العلماء کے صدر اور خلافت کمیٹی (صوبہ سندھ) کے صدر و نائب صدر رہے۔ دارالعلوم دیوبند کی مجلس منتظمہ کے بھی رکن رہے اور مولانا محمد صادق ان جماعتوں کی پالیسی پر پوری طرح کاربند رہے۔ ٨ جولائی ١٩٢١ء کو کراچی میں آل انڈیا خلافت کانفرنس کا ساتواں اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں پولیس اور فوج کی ملازمت کے خلاف فتویٰ دیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مولانا حسین احمد مدنی، پیر غلام مجدد سرہندی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو وغیرہ گرفتار ہوئے۔ اور ان پر کراچی کا مشہور مقدمہ بغاوت چلایا گیا۔ مولانا محمد صادق اس کانفرنس کے صدر مجلس استقبالیہ تھے اور انہوں نے خطبہ استقبالیہ پڑھا تھا۔[٢٢]

مولانا محمد صادق نے مسلمانوں کی ہر تحریک میں حصہ لیا۔ جنگ بلقان و طرابلس کے موقع پر نہایت کوشش سے چندہ جمع کیا۔ سمرنا میں یونانیوں کے مظالم کے سلسلہ میں احتجاجی جلسے کرائے جب اتحادیوں نے فلسطین میں یہودیوں کے لیے کوششیں کیں اور مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی ہندوستانی مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے ہندوستان

آئے اور انہوں نے کراچی میں جلسہ کیا تو مولانا محمد صادق نے مفتی اعظم کو اپنی ہمدردیوں کا یقین دلایا اور ہر ممکن مدد کا وعدہ کیا۔

جب ۱۹۲۵ء میں ابن سعود والی نجد نے حجاز مقدس پر حملہ کیا اور مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا تو اس موقع پر مولانا محمد صادق نے اہل مدینہ کی مالی و اخلاقی مدد کی [۲۳]

انجمن نو مسلمانان سندھ

سندھ میں بھرچونڈی اور مٹیاری تبلیغ اسلام کے بڑے مراکز تھے۔ یہاں کے مشائخ و علماء کے دست حق پرست پر بہت سے غیر مسلم داخل اسلام ہوتے تھے۔ کراچی میں مدرسہ عربیہ مظہر العلوم بھی تبلیغ و اصلاح کا اہم مرکز تھا مولانا عبداللہ کے زمانہ میں بھی تبلیغ و تذکیر کا کام ہوتا تھا سندھ کے مشہور سیاسی رہنما شیخ عبدالمجید سندھی (ف ۱۹۷۹ء) بھی اسلام لانے کے زمانے میں مدرسہ عربیہ مظہر العلوم میں رہے۔ مولانا عبداللہ نے نہایت شفقت و محبت کا اظہار کیا۔ شیخ عبدالمجید کے ختنہ بھی مدرسہ میں ہوئے جب شفایابی میں تاخیر ہوئی تو مولانا عبداللہ مرحوم نے باری تعالیٰ کے حضور میں گڑ گڑا کر دعائیں مانگیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحت و شفا بخشی۔ مولانا عبداللہ کے خلوص کا شیخ عبدالمجید سندھی کے دل پر گہرا اثر ہوا [۲۴]۔

مولانا محمد صادق کے زمانہ میں اس شعبہ میں خاصی ترقی ہوئی۔ شدھی اور سنگھٹن کے دور میں جب مہاسبھائیوں اور آریہ سماجیوں نے سندھ میں اپنی غیر سماجی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ یہاں کے امن و امان کو تہ وبالا کر دیا۔ منصوبہ بندی کے تحت بچوں اور عورتوں کو اغوا کیا گیا [۲۵] اور لاڑکانہ کے سنجوگی شیخوں کو ورغلایا [۲۶] اور ان کے لیے ارتداد کا جال بچھایا تو اس زمانہ میں مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کا شعبہ تبلیغ و اصلاح خاصا فعال ہو گیا۔ مولانا محمد صادق نے اپنی سر گرمیاں تیز کر دیں ۱۹۲۵ء میں شیخ عبدالمجید کی صدارت میں ایک تبلیغی انجمن ''انجمن نو مسلمانان سندھ'' قائم ہوئی۔ مولانا محمد صادق اس انجمن کے سر پرست اور خزانچی مقرر ہوئے۔ اس انجمن نے تبلیغ کے سلسلہ میں خوب کام کیا۔ انجمن کے تحت دارالشیوخ اور دارالتبلیغ جیسے مفید ادارے قائم ہوئے۔ مولانا محمد صادق کے ہاتھ پر بہت سے غیر مسلم، مسلمان ہوئے [۲۷]

شیخ عبد المجید ضمناً لکھتے ہیں[۲۸]۔

''۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۶ء میں ۱۳۲ آدمی جناب مولانا محمد صادق کے ہاتھ پر مشرف با سلام ہوئے اور سال زیر رپورٹ (۱۹۲۷ء) میں ۶۷ آدمی مسلمان ہوئے۔''

پھر ان تمام حضرات کے نام مع ولدیت اور اسلامی نام لکھے ہیں۔[۲۹]

''انجمن نو مسلمانان سندھ'' کی دو شاخیں (۱) انجمن مسلمانان میہڑ (۲) انجمن گلزار محمدی (کراچی) بھی تھیں[۳۰] لاڑکانہ کے سنجوگی شیخوں کو آریہ سماجیوں نے اپنا نشانہ بنانے کی کوشش کی مگر شیخ عبدالمجید سندھی اور مولانا محمد صادق وغیرہ کی کوششوں سے ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ ان دونوں بزرگوں کی مساعی سے دوسرے اکابر سندھ مثلاً حاجی عبد اللہ ہارون، نور محمد وکیل (حیدر آباد سندھ)، خان بہادر شاہ نواز خان (لاڑکانہ) محمد ایوب کھوڑو (لاڑکانہ) رئیس جان محمد خان (بھرگڑی) نے بھی تبلیغ کے کام میں دلچسپی لی اور امداد کا وعدہ کیا[۳۱] مولوی محمد عثمان دہلوی اور مولوی دین محمد وفائی کی کوششیں بھی اس سلسلہ میں قابل ذکر ہیں[۳۲]۔ آریہ سماج کے بعض اپدیشک اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو بھی مولانا محمد صادق کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ شیخ عبدالمجید سندھی لکھتے ہیں۔[۳۳]

''مولوی محمد عثمان کا کام بے نظیر ہے جہاں جہاں آریہ سماجیوں نے مسلمانوں کو چیلنج دیا وہاں وہاں مولوی نے پہنچ کر ان کے ہوش و حواس درست کر دیے۔ ٹھٹھہ میں سماجیوں سے مناظرہ میں مولوی صاحب کو اس قدر کامیابی ہوئی کہ جو پنڈت مناظرہ میں مقابل تھا وہ خود کراچی آ کر مولوی محمد صادق صاحب کے دست مبارک پر مشرف با سلام ہوا۔''

شیخ عبد الرشید کے متعلق تحریر ہے[۳۴]:

''مسٹر لعل چندگیان سنگھ حیدر آباد سندھ کی مشہور عامل قوم کے ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہیں اور اخبار ''قدیم بھارت'' کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ بہت سی سیاسی اور اخلاقی کتب کے مصنف بھی ہیں اور انگریزی اخبار نیوٹائمس میں بطور مدیر معاون بھی کام کر چکے ہیں اب انہوں نے اسلامی اصول کی صداقت اور قرآن حکیم کی عالم گیر تعلیم سے متاثر ہو کر مولانا مولوی

محمد صادق کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر لیا ہے ۔ آپ کا اسلامی نام شیخ عبد الرشید رکھا گیا ہے ۔ خدا استقامت بخشے"۔

مولانا محمد صادق صاحب انجمن نو مسلمانان سندھ کے مستقل ماہوار چندہ ادا کرنے والے معاونین میں تھے[۳۵] اور ان کے توسط سے کافی رقوم انجمن کو وصول ہوتی تھیں[۳۶] ۔ جمعیتہ مرکز یہ تبلیغ الاسلام ، انبالہ سے بھی انجمن نو مسلمانان سندھ کا انسلاک تھا[۳۷] اور مولانا محمد صادق نے وقتاً فوقتاً جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ کی مالی امداد کے لیے بھی دوسرے علماء کے ساتھ اپیل کی[۳۸] مولانا محمد صادق کی کوششوں سے ۱۹۳۸ء میں خالق دینا ہال کراچی میں مولانا حسین احمد مدنی کی صدارت میں تبلیغ کانفرنس ہوئی[۳۹] ۔

لواری کا قضیہ

لواری (تحصیل بدین ضلع حیدر آباد سندھ) میں نقشبندی مشائخ کی مشہور خانقاہ ہے جو کسی زمانہ میں اس دیار میں اصلاح و تبلیغ کا اعلیٰ مرکز تھی[۴۰] ۔ امتداد زمانہ سے بعض غالی مریدوں نے اپنے مشائخ خصوصاً خواجہ محمد زمان کلاں[۴۱] (۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء تا ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۴ء) کی شان میں غلو کیا اور وہاں ۹۔۱۰ ذی الحجہ کو بعض ایسے مراسم ایجاد کئے جن سے حج کے بعض ارکان کی نقل ہوتی تھی ۔ بعض علماء نے پہلے افہام و تفہیم کی کوشش کی مگر جب اصلاح کی کوئی صورت ظہور پذیر نہ ہو سکی تو مولانا محمد صادق نے لواری کے ان مراسم اور نقلی حج کے خلاف ایک محاذ قائم کیا اور تمام حالات و واقعات پر مشتمل کلمہ" الحق کے نام سے ایک رسالہ مرتب کیا جو اردو اور سندھی دونوں زبانوں میں شائع ہوا ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانان سندھ کے مطالبہ پر اس مصنوعی حج پر مکمل طور سے پابندی عائد کر دی گئی ۔ اب سنا ہے کہ ان مراسم میں کافی اصلاح ہو گئی ہے ۔

غازی عبدالقیوم

۱۹۳۵ء میں ایک شخص نتھو رام نے انگریزی زبان میں تاریخ اسلام لکھ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ایک غیور مسلمان عبدالقیوم نے اس گستاخ مصنف کو قتل کر دیا آخر عبدالقیوم نے بھی پھانسی پا کر شہادت کا درجہ حاصل کیا[۴۲] ۔ اس مقدمہ

میں بھی مولانا محمد صادق نے بہت مدد کی اور عبد القیوم شہید کی بیوی کو مالی امداد دلواتے رہے۔ غازی علم الدین (لاہور) اور غازی عبد القیوم (کراچی) کے واقعات سے متاثر ہو کر علامہ اقبال نے ''لاہور و کراچی'' کے عنوان سے مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہیں۴۳۔

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا ہے، فقط عالم معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ! اے مرد مسلماں تجھے کیا یاد نہیں
حرف لا تدع مع اللہ الٰھاً آخر

صوبہ سندھ کی بمبئی سے علیحدگی

انگریزوں نے اپنے خاص مقاصد اور سندھ کے مسلمانوں کی اکثریت کو ختم کرنے کی غرض سے صوبہ سندھ کو احاطہ بمبئی کے ساتھ شامل کر دیا اس طرح مسلمانوں کی سیاسی حیثیت ختم ہو کر رہ گئی اور ہندوؤں کو ہر میدان میں برتری اور فوقیت حاصل ہو گئی۔ ملک میں جب قومی تحریکات کا زور ہوا تو مسلمانان سندھ کو بھی خیال ہوا اور انہوں نے احاطہ بمبئی سے صوبہ سندھ کی علیحدگی کا مطالبہ کیا اور اس سلسلہ میں سخت جد و جہد کی۔ دوسرے زعمائے سندھ کے ساتھ مولانا محمد صادق نے بھی سندھ کی علیحدگی کی تحریک میں بھر پور حصہ لیا اور جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے آواز بلند کی۔

جمعیتہ علمائے ہند کا آٹھواں اجلاس ۲ - ۵ دسمبر ۱۹۲۷ء کو پشاور میں زیر صدارت مولانا انور شاہ کشمیری منعقد ہوا جس میں مولانا محمد صادق نے صوبہ سندھ کی علیحدگی کی تجویز پاس کرائی۴۴۔

۷ جولائی ۱۹۲۸ء کو سندھ مسلم پولٹیکل کانفرنس کا اجلاس زیر صدارت ڈاکٹر محمد عالم بیرسٹرایٹ لا، ایم - ایل - سی (پنجاب) کراچی میں منعقد ہوا اپنے خطبہ صدارت میں ڈاکٹر محمد عالم نے سندھ کی علیحدگی کے مسئلہ پر تاریخی، آئینی، اقتصادی، سیاسی غرض ہر طرح سے روشنی ڈالی

اور کانگریسیوں اور مہاسبھائیوں کے پادرہوا اعتراضات کی دھجیاں بکھیر دیں[۴۵]۔

۳۱ مارچ - یکم اپریل ۱۹۳۱ء کو جمعیتہ علمائے ہند کا دسواں سالانہ اجلاس مولانا ابوالکلام آزاد کی زیر صدارت کراچی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں نہ صرف صوبہ سندھ کی علیحدگی کی باقاعدہ تجویز پاس ہوئی بلکہ مولانا محمد صادق نے جو مجلس استقبالیہ کے صدر تھے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں سندھ کی علیحدگی پر نہایت تفصیل سے اظہار خیال کیا مولانا کا یہ مضمون چار صفحات پر مشتمل ہے[۴۶]۔

اس کے بعد جمعیتہ علمائے ہند کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس ۳ اگست ۱۹۳۱ء کو سہارنپور میں ہوا۔ جس میں ہندوستان کی خود مختار حکومت کے دستور اساسی کا فارمولا پیش کیا گیا اور اس میں مولانا محمد صادق کی کوشش سے ایک دفعہ صوبہ سندھ کی احاطہ بمبئی سے علیحدگی کی بھی رکھی گئی[۴۷] مولانا محمد صادق اور دوسرے زعمائے سندھ کی کوششوں سے ۱۹۳۵ء کے انڈیا ایکٹ کے تحت ۱۹۳۶ء میں احاطہ بمبئی سے صوبہ سندھ کی علیحدگی عمل میں آئی۔

مولانا عبیداللہ سندھی کا مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم میں قیام

۱۹۳۹ء میں زعمائے سندھ کی کوششوں سے مولانا عبیداللہ سندھی طویل جلاوطنی کے بعد سندھ واپس آئے تو ان کا قیام مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم میں رہا۔ یہاں انھوں نے شاہ ولی اللہ دہلوی کے علوم و افکار کی نشر و اشاعت کا پروگرام بنایا اور اس مقصد کے لیے انھوں نے ۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء کو بیت الحکمت کی بنیاد رکھی[۴۸] جس کی جلد ہی ایک شاخ لاہور میں بھی قائم ہو گئی[۴۹] مولانا عبیداللہ سندھی نے اپنے سیاسی نظریات کی تکمیل کے لیے جمنا نربدا سندھ ساگر پارٹی قائم کی[۵۰] مگر سرمایہ کی عدم فراہمی کی وجہ سے مولانا سندھی کا یہ منصوبہ روبعمل نہ آسکا[۵۱] اور جلد ہی مولانا عبیداللہ سندھی کا انتقال ہو گیا۔

شعبہ افتاء و قضاء

مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم میں ایک شعبہ افتاء و قضاء کا بھی قائم ہے دیار سندھ میں ہمیشہ سے دستور چلا آرہا ہے کہ مسلمان طلاق، نکاح، میراث اور بیع و شرئی جیسے اسلامی مسائل میں لوگ علمائے کرام سے رجوع

کرتے ہیں اور ان سے فیصلے کراتے ہیں چنانچہ مولانا عبداللہ کی خدمت میں شہر کراچی اور اطراف و اکناف سندھ سے لوگ آکر اپنے مقدمات کا شرعی فیصلہ کراتے تھے ۔ اس کے بعد یہ ذمہ داری مولانا محمد صادق کے سپرد ہوئی اور انھوں نے یہ فرائض باحسن وجوہ انجام دیے اور آج کل ان کے فرزند مولانا حافظ محمد اسماعیل یہ کام انجام دیتے ہیں ۔ اس کی بالعموم چار صورتیں ہوتی ہیں :

۱۔ بالعموم استفتاء ہوتے ہیں جو سندھ و بلوچستان سے آتے ہیں ان کے جوابات دیے جاتے ہیں ۔

۲۔ محلہ اسلام آباد کھڈہ ، لیاری کوارٹرس اور شہر کے دوسرے علاقے کے مدعی و مدعا علیہ اور گواہوں وغیرہ کے بیانات سن کر فیصلہ کیا جاتا ہے اور اس فیصلہ کو فریقین بالعموم بخوشی تسلیم کر لیتے ہیں ۔

۳۔ امانت نامہ قانون حکومت کے قانون کے مطابق لکھوا کر فیصلہ کیا جاتا ہے فریقین میں سے اگر کوئی قبول نہیں کرتا ہے تو حکوست اس فیصلہ کو نافذ کرتی ہے ایسی صورت شاذ و نادر ہی ہوتی ہے ۔

۴۔ بعض لوگ خالص مذہبی مسائل میراث ، نکاح اور طلاق وغیرہ کے مقدمات سرکاری عدالتوں میں لے جاتے ہیں پھر مصارف اور طویل مدت کی تکلیف سے پریشان ہو کر بخوشی مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم کے شعبہ فصل خصومات میں آجاتے ہیں یا کبھی کبھی عدالت اس طرح کے مقدمات از خود دارالقضا میں بھیج دیتی ہے ۔ دارالقضا میں باقاعدہ مقدمہ کی سماعت ہوتی ہے اور فیصلہ لکھ کر عدالت کو بھیج دیا جاتا ہے جس کو عدالت نافذ کر دیتی ہے ۔ اس طرح مسلمانوں کو بہت فائدہ ہوتا ہے[۵۲]۔

کتب خانہ

مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم کا ایک قابل قدر کتب خانہ ہے جس میں ہر قسم کے علوم و فنون کی قدیم و جدید کتابوں کا بیش قیمت ذخیرہ ہے ۔ طلبہ کی معلومات عامہ بڑھانے کے لیے ایک دارالمطالعہ (فری لائبریری) کا بھی انتظام ہے ۔ جس میں کئی اخبار اور متعدد رسالے آتے ہیں طلبہ اور

اہل علم مختلف قسم کی کتابوں ، رسائل ، اخبارات ، اردو ، سندھی اور انگریزی کا مطالعہ کرکے اپنی معلومات میں اضافہ کرتے رہتے ہیں ۔

کتب خانہ میں حدیث ، تفسیر ، فقہ ، فرائض ، کلام ، تصوف ، ادب ، تاریخ ، فلسفہ ، منطق ، جغرافیہ ، ریاضی ، صرف ، نحو وغیرہ علوم پر ، عربی ، فارسی ، اردو ، سندھی اور انگریزی میں تقریباً چھ ہزار کتابیں موجود ہیں ۔ کتب خانہ میں بہت سے رسائل اور اخبارات کے فائل بھی موجود ہیں ۔

مولانا عبدالرشید نعمانی نے مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم کے کتب خانہ کے مخطوطات پر ایک قیمتی مضمون لکھا تھا اس مضمون کے آغاز میں کتب خانہ کے متعلق مولانا نعمانی لکھتے ہیں[٥٣] :

"مدرسہ میں سینکڑوں درسی کتابوں کے علاوہ جو طلبہ کے لیے مخصوص ہیں ایک اچھا خاصا کتب خانہ بھی ہے جس میں مختلف علوم و فنون کی تقریباً چار ہزار کتابیں ہیں جو مسجد کی بالائی عمارت میں الماریوں کے اندر قرینہ سے رکھی ہوئی ہیں ۔ کتابوں کی فہرست فن وار حروف تہجی بہ ترتیب ہے مخطوطات کی تعداد (٧٢) ہے جن میں سے قابل ذکر کتابوں کے متعلق معلومات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں ۔ ان کتابوں کا انتخاب یا تو ان کی ندرت کی بنا پر ہے مثلاً فرقہ زیدیہ کی کتابیں اس دیار میں ناپید ہیں یا اس لحاظ سے ہے کہ وہ کسی مشہور عالم کی نقل کردہ ہے یا اس کے زیر مطالعہ رہ چکی ہے یا وہ خود مصنف کا اصل نسخہ ہے یا اس سے منقول ہے" ۔

آج کل کتب خانہ کے مہتمم مولوی غلام محمد صاحب ہیں ۔

شعبہ نشر و اشاعت

مدرسہ میں ایک شعبہ نشر و اشاعت بھی قائم ہے جس کی طرف سے اسلامی احکام و ضروریات پر وقتاً فوقتاً رسالے (ٹریکٹ) بھی شائع ہوتے رہتے ہیں ۔ اس کے علاوہ سندھ کے ممتاز مصنفین و مؤلفین کی مفید کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں اس سلسلہ میں مولوی حکیم فتح محمد سیوہانی کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے جن کی مندرجہ ذیل کتابیں مدرسہ کی طرف سے شائع ہوئیں[٥٤] ۔

١- اسلامی پہلی کتاب

٢- اسلامی دوسری کتاب

۳- اسلامی تیسری کتاب

۴- اسلامی چوتھی کتاب

۵- نورالایمان (مقدمہ تفسیر القرآن)

۶- اخلاق محمدی

۷- حیات النبی

۸- سندھی قاعدہ (بچوں کے لیے)

۹- سندھی کی پہلی کتاب

۱۰- سندھی کی دوسری کتاب

۱۱- سندھی کی تیسری کتاب

۱۲- سندھی کی چوتھی کتاب

(یہ کتابیں مسلمانوں کے ملا اسکولوں کے نصاب میں شامل رہیں -)

۱۳- کلمتہ الحق (اردو)

۱۴- کلمتہ الحق (سندھی)

(مرتبہ مولانا محمد صادق)

۱۵- فری میسن تحریک کی حقیقت

۱۶- اسلام میں مزدوروں کے حقوق

(مولفہ مولوی حافظ محمد اسماعیل)

مدرسہ کی طرف سے مختلف اوقات میں اردو اور سندھی زبان میں ماہانہ رسالے بھی شائع ہوتے رہے ہیں اس سلسلے میں سب پہلے ماہنامہ ''الجامعہ'' کا نام آتا ہے - جو مولوی حکیم فتح محمد سیوہانی کی زیر ادارت شائع ہوا یہ سندھی زبان کا علمی ، ادبی اور مذہبی ماہنامہ تھا - مدرسہ کی کیفیت اور روداد اس رسالہ میں شائع ہوتی تھی اسے ہم مدرسہ کا آرگن کہہ سکتے ہیں - اس کے دو سال کے پرچے ہماری نظر سے گزرے ہیں -

شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ (اکتوبر ۱۹۷۱ء) میں مولوی حافظ محمد اسماعیل کی زیر ادارت ایک اردو ماہنامہ ''منبر الاسلام'' جاری ہوا - غازی صاحب نے اس کے اجراء کی مندرجہ ذیل تاریخ کہی ہے -

منبر الاسلام علم و فکر کا اقدام ہے
یہ ادب کی بزم میں اسلام کا پیغام ہے
کیوں نہ ہوں اس کے مضامیں شمع ایمان و یقیں
ترجمان وحی حق ہے شارح الہام ہے

کفر کے اس عہد میں الحاد کے اس دور میں
ایسے پرچوں ہی سے غازی عظمت اسلام ہے
ہر زبان پر ذکر ہے اس کا جو علمی بزم میں
سال تاریخی ہے ''ذاکر منبر الاسلام ہے''
۱۳۹۱ھ

منبر الاسلام کم و بیش دو سال جاری رہ کر بند ہو گیا۔ اس کے مضامین عام پسند علمی، مذہبی اور تاریخی نوعیت کے ہوتے تھے۔ ہر شمارہ میں شاہ ولی اللہ دہلوی کے علوم و افکار پر ایک آدھ مضمون ضرور ہوتا تھا۔

آجکل مدرسہ کی طرف سے ایک ماہنامہ ''صادق'' سندھی زبان میں شائع ہوتا ہے اس میں مفید علمی، ادبی اور مذہبی مضامین ہوتے ہیں۔ مولوی حافظ محمد اسماعیل اس کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ اس کے تین پرچے ہماری نظر سے گزرے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا محمد صادق کا دور اہتمام مدرسہ کا زریں دور رہا ہے دینی علوم کی ترویج کے علاوہ سیاسی و ملی خدمات کے اعتبار سے بھی مدرسہ نے خاص شہرت حاصل کی۔ مدرسہ کے لیے نامور علماء اور مدرسین کی خدمات حاصل کی گئیں جن میں مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا محمد صادق، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی (ڈائریکٹر شاہ ولی اللہ اکیڈیمی)، مولانا حافظ فضل احمد، مولانا محمد مدنی (مترجم قرآن، سندھی)، مولانا نافع گل، قاری رعایت اللہ، مولانا عبد الرحمٰن اور مولانا ہدایت اللہ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ کراچی، سندھ اور بلوچستان کے علاوہ، سرحد، ایران، جاوا، ملایا، چینی ترکستان اور افغانستان کے طلبہ بھی مدرسہ میں تعلیم کرتے رہے ہیں اور فارغ التحصیل ہوکر انہوں نے اپنے اپنے علاقوں میں دینی خدمات انجام دی ہیں[۵۶]۔

مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کی دینی، ملی اور سیاسی خدمات کی وجہ سے ملک کے مشاہیر، علماء، عمائد اور اکابر ملک و قوم کی اس مدرسہ کی طرف توجہ رہی ہے وہ مدرسہ میں آتے رہے ہیں اور انہوں نے اس کے متعلق گرا نقدر رائے کا اظہار کیا ہے اور اس طرح انہوں نے علم دوستی، معارف پروری اور طلبہ نوازی کا ثبوت دیا ہے۔ ذیل میں چند حضرات کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ جنہوں نے وقتاً فوقتاً مدرسہ کا معائنہ کیا ہے:

۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد

۲- ڈاکٹر مختار احمد انصاری

۳- مولانا محمد علی

۴- عبد المجید سالک مدیر انقلاب

۵- مولانا ظفر علی خان مدیر زمیندار

۶- مولانا آزاد سبحانی

۷- شیخ الہند مولانا محمود حسن

۸- مولانا شبیر احمد عثمانی

۹- قاری محمد طیب

۱۰- مولانا احمد اشرف (راندیر)

۱۱- مفتی کفایت اللہ

۱۲- مولانا حسین احمد مدنی

۱۳- مولانا احمد علی لاہوری

۱۴- مولانا شمس الحق افغانی

۱۵- مولانا یوسف بنوری

۱۶- مفتی اعظم فلسطین محمد امین الحسینی

۱۷- مولانا یوسف داؤد (مفتی اعظم برما)

۱۸- مولانا سعید احمد اکبر آبادی

۱۹- مفتی محمود

۲۰- مولانا اسعد مدنی

۲۱- سید الطاف علی بریلوی

اس کے علاوہ عرب ، مصر ، شام ، عراق ، الجزائر اور ترکی وغیرہ کے سفراء و علماء بھی مدرسہ میں آتے رہے ہیں اور انہوں نے مدرسہ کے متعلق گرانقدر آرا کا اظہار کیا ہے -

مدرسہ میں طلبہ کی ذہنی و جسمانی صحت و تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے - صاف ستھرے ماحول کے علاوہ طلبہ کی بیماری کی حالت میں دوا اور علاج کا بھی انتظام ہوتا ہے طلبہ کے لیے ورزش اور کھیلوں کا بھی اہتمام ہے جو طلبہ دار الاقامہ میں رہتے ہیں انہیں طعام و لباس بھی مدرسہ کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہے - طلبہ سے تحریر و تقریر کی مشق بھی کرائی

جاتی ہے - مولانا محمد صادق کو سندھ کے اکابر و علماء کا مدرسہ کے سلسلہ میں مستقل تعاون حاصل رہا جس سے مدرسہ کی ترقی کے لیے راہ ہموار ہوئی مدرسہ کے معاونین کے چند نام درج ذیل ہیں :

۱- مولوی حکیم فتح محمد سیوہانی

۲- حاجی سید عبدالرحیم (رئیس سجاول)

۳- ڈاکٹر احمد سعید

۴- محمد ہاشم گزدر

۵- پیر غلام محمد سرہندی

۶- قاضی خدا بخش ایڈوکیٹ

۷- شیخ عبدالمجید سندھی (ایڈیٹر الوحید)

۸- مولانا عبد الحق مدنی

۹- مولانا حافظ محمد عثمان بلوچ

۱۰- حکیم عبد الخالق مورائی ـــــ وغیرہ وغیرہ

مولانا محمد صادق ایک مخلص، بیدار مغز، باوقار عالم اور فہم و فراست کا پیکر تھے ان کے زمانہ میں مدرسہ نے ہر اعتبار سے ترقی کی - مسجد کی تعمیر کے علاوہ مدرسہ کے لیے دو منزلہ عمارت تعمیر ہوئی جو ایک وسیع ساعت گہ اور بائیس کمروں پر مشتمل ہے کتب خانہ کی مستقل عمارت ہے - مدرسہ کا تعلیمی معیار اعلیٰ رہا ہے مدرسہ میں درس نظامی کا نصاب قدرے ترمیم کے ساتھ رائج ہے یہ نصاب آٹھ سالہ مدت پر مشتمل ہے - دورۂ حدیث بھی ہوتا ہے مدرسہ کا انتظام ایک کمیٹی کرتی ہے - جس کا نام ''ایسوسی ایشن مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی'' ہے -

۶ شوال ۱۳۷۲ھ (۱۸ جون ۱۹۵۳ء) کو مولانا محمد صادق کا انتقال ہوا - اس طرح مدرسہ کا دوسرا دور اتمام کو پہنچا - ''مخزن کرم مولانا محمد صادق'' (۱۳۷۲ھ) اور ''خلاصہ اخیار مولانا محمد صادق'' (۱۹۵۳ء) راقم الحروف نے تاریخ انتقال نکالی ہے - دو مرتبہ خاکسار کو مولانا محمد صادق سے شرف ملاقات بھی حاصل ہوا - مدرسہ اور مولانا محمد صادق سے متعلق مولانا عبدالرشید نعمانی[۵۷] نے مختصر مگر جامع تبصرہ فرمایا ہے جسے ہم ذیل میں

نقل کرتے ہیں :

”مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی کا مشہور مدرسہ ہے جس نے اس گئے گزرے دور میں دین اور دینی تعلیم کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں اس دیار میں نمایاں حصہ لیا ہے مدرسہ کا نصاب تعلیم تھوڑے تغیر کے ساتھ وہی درس نظامی کا مروجہ نصاب ہے اس کی تاسیس ۱۳۰۲ھ میں مولانا عبداللہ صاحب مرحوم کے ہاتھوں عمل میں آئی جب سے لے کر آج تک شہر کراچی میں یہی واحد دینی درس گاہ ہے جو طلبۂ علوم دینیہ کے لیے شمع فروزاں کا کام دیتی رہی ہے - مدرسہ کے موجودہ مہتمم مولانا مفتی محمد صادق صاحب دامت برکاتہم ایک سن رسیدہ بزرگ ہیں جو بانی مدرسہ کے صاحبزادے اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا رحمتہ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں مولانا نہایت ہی نیک دل ، متواضع اور با اخلاق عالم ہیں - جنہیں دیکھ کر پرانے بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی ہے مولانا کے عہد میں مدرسہ نے ترقی کی بہت سی منزلیں طے کی ہیں - ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس کو دن دونی رات چوگنی ترق عطا فرمائے -“

مولانا محمد صادق کے انتقال کے بعد مدرسہ کے مہتمم ان کے بھانجے اور داماد مولانا حافظ فضل احمد ہوئے - حتی الوسع انہوں نے مدرسہ کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کی مگر حافظ صاحب کا دور اہتمام جلد ہی ختم ہو گیا - ان کے انتقال کے بعد مولانا محمد صادق کے فرزند مولوی حافظ محمد اسماعیل صاحب نے اہتمام کا منصب سنبھالا اور آج کل وہی مدرسہ کے روح و رواں ہیں اور ان کی سرپرستی میں کراچی کا یہ قدیم مدرسہ پورے انہاک اور خلوص کے ساتھ دینی خدمت انجام دے رہا ہے اور اس کا تعلیمی معیار بھی اچھا خاصا ہے ، سندھ و بلوچستان کے گوشہ گوشہ میں اس مدرسہ کے فیض یافتہ پھیلے ہوئے ہیں - مدرسہ ہذا میں پانچ تعلیمی شعبے ہیں :

۱- علوم عربیہ دینیہ - دورہ حدیث ، تفسیر ، فقہ ، عقائد ، ادب ، علم کلام وغیرہ -

۲- علم قرأۃ و تجوید اور حفظ قرآن

۳- فارسی قدیم و جدید

۴- اردو ، حساب ، دینیات

۵- مدرسۃ البنات کو اسلامی اصولوں کے تحت چلانا اور پرائمری سکول میں صنعتی مرکز کا قیام[۵۸] مدرسہ میں دس اساتذہ کام کر رہے ہیں اور ۲۰۶ طلبہ زیر تعلیم ہیں اور مدرسہ کی انتظامیہ کے زیر نگرانی مندرجہ ذیل ادارے بھی ہیں :

۱- دارالقرآن

۲- جامع مسجد

۳- عید گاہ

۴- کتب خانہ

۵- دارالمطالعہ

۶- مرکز نو مسلمانان

۷- محمد المرزوق خیراتی اسپتال

حواشی

۱- مولوی عبداللہ ولد مولوی عبدالکریم ولد عبداللطیف ولد میاں محمد امین - محمد امین شعر و سخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے - ان کا مزار شاہ بندر کے قریب ایک **بستی بھارا میں** ہے - مولوی عبداللہ نے محلہ کھڈہ میں سکونت اختیار کی (مولانا محمد صادق از حافظ محمد اسماعیل ، منبرالاسلام کراچی ، جون جولائی ۱۹۷۲ء) ص ۲۲ -

۲- مولوی محمد سلیمان ولد حاجی ہارون ۱۸۵۴ء میں پیدا ہوئے - ٹھٹھ ، ہاٹ اور حرمین شریفین میں دینی علوم کی تحصیل کی - مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم کے قیام کے بعد مولوی محمد سلیمان نے سندھ کے مختلف مقامات پر درس دیا - مدارس کے قیام میں مدد دی - قومی و ملی تحریکات میں حصہ لیا - جمعیتہ العلماء اور خلافت تحریک میں شامل رہے - مولانا محمد صادق کے کاموں میں شریک رہے - لاڑ کے علاقہ میں انجمن ''معلم الشرع'' قائم کی - نقشبندی سلسلہ میں بیعت تھے ۱۹۴۱ء میں انتقال کیا - (جنب گذاریم جن سین ، حصہ اول از جی - ایم - سید ، سندھی ادبی بورڈ ، حیدرآباد سندھ ۱۹۶۷ء) ص ۲۳۸-۲۴۱ -

۳- روئداد مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم ۱۹۲۸-۳۰ء مرتبہ مولانا محمد صادق (عباسی لیتھو آرٹ پریس ، کراچی ، ۱۹۳۰ء) ص ۱۱ -

۴- روئداد مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم ۵۲-۱۹۵۱ء مرتبہ مولانا محمد صادق (مشہور افسٹ لیتھو پریس، کراچی، ۱۹۵۲ء) ص ۴۷-۶۷ -

۵- جنب گذاریم جن سین، ص ۲۳۴ و مولانا محمد صادق از حافظ محمد اسماعیل، ص ۲۲ -

۶- مولانا محمد صادق از حافظ محمد اسماعیل، ص ۲۳ -

۷- جی - ایم سید کا یہ بیان درست نہیں کہ مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا محمد صادق کے ہم درس تھے، مولانا عبیداللہ سندھی ۱۳۰۸ھ میں فارغ ہو چکے تھے (جنب گذاریم جن سین ص ۲۴۴) -

۸- مولانا محمد صادق از حافظ محمد اسماعیل ص ۲۳ -

۹- علمائے حق، حصہ اول از مولانا سید محمد میاں (کتب خانہ فخریہ، مرادآباد، ۱۹۴۶ء) ص ۱۱۱ -

۱۰- ایضاً ص ۱۳۵، مولانا عبداللہ لغاری از ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، مہران، سوانح نمبر (سندھی ادبی بورڈ، کراچی، ۱۹۵۷ء) ص۲۷۳ -

۱۱- مولانا محمد صادق ص ۲۵ -

۱۲- جنب گذاریم جن سین، حصہ اول، ص ۲۳۶-۲۳۵ -

۱۳- مولانا محمد صادق از حافظ محمد اسماعیل ص ۳۳ -

۱۴- تحریک شیخ الہند مرتبہ مولانا سید محمد میاں (مکتبہ محمودیہ، لاہور، ۱۹۷۸ء) ص ۳۸۷-۳۸۶ -

۱۵- بھتیجے نہیں بھانجے تھے -

۱۶- مولانا عبیداللہ سندھی اور ریشمی رومال کی تحریک کے سلسلہ میں سرکاری بیان کے لیے دیکھئے ''باغیانہ تحریک کے متعلق رولٹ کمیٹی کی تحقیقات کی رپورٹ'' (کاشی رام پریس، لاہور، ۱۹۱۸ء) ص ۲۵۸-۲۴۶ -

۱۷- تحریک شیخ الہند، ص ۲۵۷ -

۱۸- شیخ ابراہیم، مولانا محمد صادق کے بھانجے تھے (Nephew) کا ترجمہ بھتیجا کر دیا ہے -

۱۹- تحریک شیخ الہند، ص ۴۰۲ -

۲۰- ایضاً، ص ۴۸۱ -

۲۱- جمعیتہ العلماء کے افتتاحی اجلاس میں مولانا محمد صادق کے علاوہ سندھ سے پیر محمد امام سندھی، اسد اللہ سندھی، اور تاج محمد بھی شریک ہوئے تھے (جمعیتہ علماء کیا ہے، حصہ دوم مرتبہ محمد میاں، دہلی ۱۹۴۶ء) ص ۸، نیز دیکھیے جمعیتہ علمائے ہند کا قیام اور تجاویز از محمد ایوب قادری (الولی، حیدر آباد سندھ، اپریل مئی ۱۹۷۹ء) ص ۴۲ -

۲۲- خطبہ صدارت مجلس استقبالیہ آل انڈیا خلافت کانفرنس کراچی، ۱۹۲۱ء، (دبدبہ حیدری پریس، کراچی) -

۲۳- مولانا محمد صادق از حافظ محمد اسماعیل، ص ۴۰ -

۲۴- ملاحظہ ہو ''شیخ عبدالمجید سندھی کا قبول اسلام'' از محمد ایوب قادری (الولی، حیدر آباد سندھ، اکتوبر ۱۹۷۲ء) ص ۲۰۴ - ۲۰۵ -

۲۵- سالانہ رپورٹ ۱۹۲۷ء بابت کار گزاری انجمن نو مسلمانان سندھ مرتبہ شیخ عبدالمجید (لیتھو پرنٹنگ ورکس، کراچی) ص ۴-۱۱ -

۲۶- ایضاً، ص ۲۰ - ۲۳ -

۲۷- ایضاً، ص ۱۲ - ۱۳ -

۲۸- ایضاً، ص ۱۵ -

۲۹- ایضاً، ص ۱۵ - ۱۸ -

۳۰- سالانہ رپورٹ ۱۹۲۷ء بابت کار گزاری انجمن نو مسلمانان سندھ، ص ۱۸ -

۳۱- ایضاً، ص ۲۷ -

۳۲- ایضاً، ص ۲۶ -

۳۳- ایضاً، ص ۲۶ -

۳۴- روزنامہ عصر جدید، کلکتہ، مورخہ ۴۲ مئی ۱۹۲۹ء، ص ۳، کالم نمبر ۱ - ۲ -

۳۵- سالانہ رپورٹ ۱۹۲۷ء، ص ۳۴ -

۳۶- ایضاً، ص ۴۶ -

۳۷- ماہنامہ ''تبلیغ'' انبالہ، نومبر ۱۹۲۹ء، ص ۳۸ -

۳۸- ایضاً، ص ۴۲-۴۳ -

۳۹- جذب گذاریم جن سین، حصہ اول، ص ۲۳۶ -

۴۰- کلمتہ الحق از مولانا محمد صادق (مدرسہ عربیہ مظہر العلوم ، کراچی ، ۱۹۵۸ء) ص ۵ -

۴۱- حالات کے لیے ملاحظہ ہو ، اولیائے لواری شریف از ڈاکٹر ہوتچند موتی چند گربخشانی (ترجمہ از عبدالکریم جان محمد تالپور) (لواری شریف ۱۹۷۴ء) ، ص ۴۳ - ۱۰۳ -

۴۲- کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشان تذکرے از اشرف عطا (سندھ ساگر اکیڈیمی ، ۱۹۶۷ء) ، ص ۲۲۵ - ۲۳۰ -

۴۳- ضرب کلیم از علامہ اقبال (مطبوعہ حیدر آباد دکن) ، ص ۵۲ - ۵۳ -

۴۴- ”بمبئی کاں سند جی جدائی میں مولانا محمد صادق جو کردار“ از حافظ محمد اسماعیل (ماہنامہ الصادق ، کراچی ، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ) ، ص ۳۴ -

۴۵- خطبہ صدارت سندھ مسلم پولٹیکل کانفرنس (کراچی) ۱۹۲۸ء ، ص ۴۲-۴۳ -

۴۶- خطبہ استقبالیہ جمعیتہ علماء ہند اجلاس دہم ۱۹۳۱ء از مولانا محمد صادق ، ص ۱۵-۱۹ -

۴۷- الصادق ، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ ، ص ۳۶ -

۴۸- جنب گذاریم جن سین ، ص ۲۳۷ ، مولانا محمد صادق از حافظ محمد اسماعیل ، ص ۱۴ -

۴۹- بیت الحکمۃ لاہور کی طرف سے شائع شدہ دو کتابچے (۱) دور نو آبادت از بشیر احمد (مطبوعہ لاہور ۱۹۴۵ء) اور (۲) انتخاب ووٹر اور نمائندہ از مولوی خدا بخش (مطبوعہ لاہور ۱۹۴۶ء) ہمارے پیش نظر ہیں -

۵۰- جمنا نربدا سندا سندھ ساگر پارٹی کا اساسی پروگرام از مولانا عبیداللہ سندھی (بلوچ لیتھو پریس ، کراچی ۱۹۳۹ء)

۵۱- ھوڈوتھی ھوڈینھن از سید حسام الدین راشدی (سندھی ادبی بورڈ ، حیدرآباد سندھ ، ۱۹۷۷ء) ص ۳۷۱ - ۳۷۲ -

۵۲- روئداد مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم ۳۸-۱۹۳۹ء مرتبہ مولانا محمد صادق (بلوچ لیتھو پرنٹنگ پریس ۱۹۳۸ء) ، ص ۱۰-۱۱ -

۵۳- ''کتب خانہ مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم کراچی کے مخطوطات'' از مولانا عبدالرشید نعمانی (ماہنامہ دعوت الحق کراچی ، جون جولائی ۱۹۵۲ء) -

۵۴- روئداد مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم ۱۹۲۸-۳۰ء مرتبہ مولانا محمد صادق ، ص ۲۷-۲۸ -

۵۵- روئداد مدرسہ عربیہ مظہرالعلوم ۱۹۳۰-۳۴ء ، مرتبہ مولانا محمد صادق ، ص ...

۵۶- جنب گذاریم جن سین ، حصہ اول ، ص ۲۳۷ -

۵۷- ''کتب خانہ مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی کے مخطوطات'' از مولانا عبد الرشید نعمانی ، ص ۶۲

۵۸- مدرستہ البنات (پرائمری گرلس اسکول) اور لوئر سکنڈری اسکول ۱۹۷۲ء سے حکومت کے زیر انتظام آ گئے ہیں -